ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2, 2024

خالد فتح محمد کے افسانوں کا مجموعی جائزہ

زوہیب اصغر
ایم۔فل اُردو، لاہور لیڈز یونیورسٹی، لاہور
وسیم ارشد
اسسٹنٹ لیکچرار، شعبہ اُردو، لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور
شہرام ارشد
پی ایچ۔ڈی اسکالر، شعبہ اُردو، لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور

Abstract:

In the legendary literature of Urdu, 'Khalid Fateh Muhammad' is a name written with bright light, whose brightness will continue to increase with the coming time. The change that Khalid Fateh Muhammad has brought about at the levels of intellectual and artistic expression is certainly a forerunner of a new construction. His fictions are made up of the complexities of the present society and the tragedies of contemporary life, so in them the beautiful reflection of social realism can be seen in the light of which the psychological, social and contemporary consciousness of the society can be seen. His grip on art has hardly ever loosened, his path has been different from the path of expressive expression. In the contemporary era, if you think that Urdu fiction wants to be reborn or to give birth to a man who can write fiction full of aspirations for regeneration, then read Khalid Fateh Muhammad that his fiction writing is the modern Urdu fiction. It has been declared as the gospel of honor protection.

Keyword:

حقیقت نگاری، منظر نگاری، خالد فتح محمد، تانیثیت، عصری شعور

اردو ادب میں خالد فتح محمد افسانہ نگار اور ناول نگار کی حیثیت سے اپنی ایک منفرد پہچان رکھتے ہیں۔ خالد فتح محمد کو شروع سے ہی مطالعہ کا شوق تھا۔ اسکول کالج کے وقت گھر والوں سے چوری فکشن پڑھا کرتے تھے۔ خالد فتح محمد نے ۱۹۹۸ء سے باقاعدہ لکھنے کا آغاز کیا اور شوق لائبریری سے ہوا۔ فکشن ایک مشکل صنف ہے۔ خالد فتح محمد نے بہت سے افسانے اور ناول لکھے افسانہ جہاں ایک حادثے اتفاق یا واقعہ کو بنیاد بناتا ہے ناول متعدد واقعات، حادثات اور اتفاقات سے تشکیل پاتا ہے۔ ناول زندگی کا عکاس ہے لہذا اس میں زندگی سانس لیتے ہوئے نظر آتی ہے۔ خالد فتح محمد کے ناول اور افسانے بھی زندگی کے عکاس ہیں۔ پڑھنے والا ان ناولوں میں حقیقی زندگی کی جھلک دیکھتا ہے۔

داغ داغ اجالا:

خالد فتح محمد کا پہلا افسانوی مجموعہ کل دس افسانوں اور ۱۱۲ صفحات پر محیط ہے یہ مجموعہ سب سے پہلے ایم پبلیکیشنز کے ادارے سے ۶ فروری ۲۰۰۳ء میں شائع ہوا۔ اس میں شامل افسانے اماں نیلی، خلش، نامکمل، بغاوت، گرفت، موم کا پہاڑ، داغ داغ اجالا، روشنی، صحرا کا پھول اور تکون ہیں۔ خالد فتح محمد نے اس مجموعے میں معاشرے میں عورت اور اس کے مسائل اور کائنات، روح اور موت جیسے موضوعات پر فلسفیانہ بحث کی ہے وطن کی محبت بھی ان کے افسانوں میں نظر آتی ہے۔

اماں نیلی:

خالد فتح محمد کا پہلا افسانہ ہے یعنی پہلی لکھیت جو "الحمرا" لاہور کے فروری ۲۰۰۳ کے شمارے میں شائع ہوئی۔ اس مجموعہ کا یہ پہلا افسانہ ہے۔ افسانہ واحد متکلم کی تکنیک پر ہے اور افسانے کا واقعہ ہجرت سے قبل کا زمانہ ہے۔ مشرقی پنجاب کا گاؤں مہاسنگھ والا جہاں مسلمان اور سکھ اکٹھے رہتے تھے، کی دلخراش کہانی ہے۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2, 2024

''اماں نیلی'' کا مرکزی کردار کلدیپ جو مسلمان ہو کر سکینہ بنی ہے۔ پنجاب کی روایتی کہانی جہاں ظالم سماج محبت کے آگے دیوار بن کر کھڑا ہو جاتا ہے۔ سماجی نہ ہمواریاں اور مذہبی تفاوت اس کا اصل موضوع ہے۔ سماجی معاشرتی بندشیں اور جکڑ بندیاں، جھوٹی انا اور وقار اس کا تانا بانا ہے۔ پنجاب کی عورت چاہے کسی مذہب سے بھی تعلق رکھتی ہو، سکھ ہو، مسلمان ہو یا ہندو، پارسی ہو سماجی بندشوں میں بندھی ہوئی ہے۔ عورت، عورت ہے اور مرد، مرد۔ عورت کی اپنی کوئی مرضی نہیں وہ ہر معاملے میں مرد کی غلام ہے۔ عورت کی ناک میں نکیل ہے اور اس کی ڈور مرد کے ہاتھ میں ہے کلدیپ سکینہ محبت کا روگ پال لیتی ہے اور پھر محبت کی بھینٹ چڑھ جاتی ہے۔ سکھ سے مسلمان ہو کر حاکم خان کے ساتھ محبت کی شادی کرتی ہے۔ سکینہ کا باپ جو مہا سنگھ والا کا جاگیر دار ہے اور سکینہ کو بے دردی سے مار تا پیٹتا ہے جس سے اس کا حمل ضائع ہو جاتا ہے اور اسی رات حاکم خان کو بھی قتل کروا دیتا ہے۔ سکینہ اپنے باپ کو چھری کے وار کر کے قتل کر دیتی ہے:

> ''ایک رات میں نے اپنے باپ کو قتل کر دیا۔ وہ سویا ہوا تھا میں چھری سے وار کرتی رہی۔ ہر بار کے بعد اس کے پیٹ سے خون کی ایک دھار نکلتی ہے جو میرے ہاتھوں اور بازوؤں تک آتی۔ میرے ہاتھ اور بازو خون سے سرخ ہو گئے تھے مجھے یہ خون میں جلتے ہوئے محسوس ہوئے۔ میں نے انہیں دھویا لیکن آگ نہ بجھی۔ میں پانی میں بازو ڈبو کر بیٹھی رہی مجھے پانی ابلتا ہوا محسوس ہوا۔ میں جلنے کی درد سے چیخ اٹھی میں نے نیل سے دھویا تو کچھ سکون ملا اس کے بعد ہمیشہ انہیں نیلے رنگ سے رنگ کر رکھتی ہوں۔''(۱)

اس افسانے میں پنجاب کی صدیوں پرانی روایت یعنی اکھڑ پن، اجڈ، ہٹ دھرمی کی ثقافت کو بے نقاب کیا ہے۔ مذہبی منافقت اور تفاوت جو لطیف جذبوں کی قاتل ہے کو پوری طرح عیاں کیا ہے اور عورت کے جذبات، احساسات اور خیالات اسی مقتل میں قتل کر دیے جاتے ہیں۔

خلش:

انسان کے فطری جذبوں کی عدم تکمیل کی کہانی ہے۔ شہناز اور رضا وہ کردار ہیں جو اپنے اپنے خانوں میں مقید رہ کر جنسی بھوک کا شکار ہیں۔ شہناز ایک فحاشہ اور خاندانی طوائف ہے جو جسم فروشی کرتی ہے۔ کسی امیر زادے کی داشتہ بن کر جنسی بے رغبتی اور بد نمایوں کا شکار ہے۔ رضا ایک الیکٹریکل انجینئر ہیں لیکن خوبصورت بیوی کے ہوتے ہوئے بھی جنسی تشنگی کا شکار ہے۔ شہناز اور رضا دونوں کی زندگی ایک خلش اور جنسی بھوک کا شکار ہیں۔ شہناز اور رضا اپنی اپنی جنسی ضرورتوں کے پیش نظر ملے ہیں۔ رضا شہناز کا گاہک ہے اور وہ اپنی کسک بیان کرتا ہے:

> ''میرا دل اس بے داغ جسم پر کئی داغ لگانے کو چاہ رہا تھا۔ سرخ، نیلے، کالے میں حقیقت اور خواب کی دنیا میں گم تھا۔ میری بیوی نے مجھے چونکا دیا، وہ کہنے لگی۔ اب ختم کریں اسے۔۔۔ میں نے سونا بھی ہے مجھے اچانک محسوس ہوا کہ میں برفباری میں ننگا کھڑا ہوں۔ اس کے بعد میں روز شام کو باہر نکل آتا ہوں۔ تب واپس جاتا ہوں جب وہ سو گئی ہو۔''(۲)

شہناز رضا کو بتاتی ہے کہ وہ ایک شخص کی داستان ہے:

> ''مہینے میں وہ تین مرتبہ آتا ہے۔ رات بھر گزارتا ہے، صبح ناشتہ کے بعد چلا جاتا ہے۔ وہ بات بہت صبر آزما ہوتی ہے۔ سگریٹ انگلیوں میں لئے لیٹا رہتا ہے۔ میں کپڑے اتار کر کونوں میں کھڑے ہو کر جسم کی نمائش کرتی ہوں۔ یہ گالی مجھے برداشت کرنی پڑتی ہے۔ بے شرم بھی ہوں! شہناز خاموش ہو گئی۔''(۳)

خالد فتح محمد نے ''خلش'' میں انسانی خلش، بھوک اور تشنگی کو پوری طرح بے لباس کیا ہے ہے اور اس کے خد و خال کی زاویہ پیمائی کی ہے۔

نامکمل:

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2, 2024

بے نام دو کرداروں کی نامکمل اور ادھوری محبت کی کہانی ہے۔ جیسے ریل کی دونوں پٹریاں متوازی چلتی ہیں لیکن کہیں بھی ان کا میل نہیں ہوتا بالکل اسی طرح یہ دونوں بھی ایک دوسرے کے متوازی رہے ہیں ان کو پتہ تھا کہ ہمارا کہیں بھی میل اور منزل ایک نہیں۔ دو چار ملاقاتیں اور پھر ٹیلیفون رابطے اتنی سی محبت کو ایک دوسرے کی ذات میں جذب ہونے کا نام ہے۔ لیکن یہاں تو محبت کا رنگ کچھ جدا جدا ہے جس میں محبوب اپنے اور اپنی محبوبہ کی ذاتی زندگی جاننے کی کوشش کرتا ہے تو جواب ملتا ہے:

> ''آپ کو اس سے سروکار نہیں اس کے لہجے میں بلا کا ٹھہراؤ اور اعتماد تھا۔ کیا میں نے کبھی آپ کی مسز اور آپ کے بارے میں بات کی ہے؟ قطعاً نہیں۔ اس سے میرا کوئی تعلق نہیں کسی کو بھی حق نہیں کہ وہ میرے اور آپ کے رشتے کو جاننے کی کوشش کرے۔ اسی طرح میں اختیار نہیں دیتی کہ آپ یہ سوال پوچھیں۔ یہ میرے Personals ہیں۔''(۴)

خالد فتح محمد نے اس افسانے میں بتایا کہ انسانی اکلاپے اور تنہائی کے پردے میں وقت گزاری کا بہانہ ڈھونڈنے والے کردار نامکمل ہی رہتے ہیں۔ ان کا مقدر ہیں عدم تکمیل ہے کیونکہ وہ زندگی کی حقیقتوں سے سنجیدہ نہیں ہوتے ایسے ہی جیسے دودھ میں ابال آیا اور پھر دودھ ٹھنڈا ہو گیا اور اوپر بالائی کی تہہ جم گئی۔ یہی نامکمل کی کہانی ہے۔

بغاوت:

غربت کی چکی میں پستی انسانیت جو اپنی سانس کی ڈور کو بحال رکھنے کے لیے دربدر دھکے کھانے پر مجبور ہے۔ معاشرے کے انتہائی نچلے طبقے کے لوگوں کی داستان ہے جو گھر گھر برتن مانجھ کر، جھاڑو دے کر، کپڑے دھو کر زندگی کا سامان کرتے ہیں۔ فردوس، اس کی تین بیٹیاں ہما، ثمینہ، ملیحہ، انکا باپ نواب اور اس کا دوست محمد بخش افسانے کے کردار ہیں۔ معاشی بدحالی کا شکار یہ طبقہ جس کو معاشرتی رویے دھتکارتے ہیں۔ دو وقت کی روٹی جس کا مسئلہ ہے۔ آتما کی آگ بجھانے کے لیے انہیں سخت مشقت میں سے گزرنا پڑتا ہے۔ جہاں غربت ہوتی ہے وہاں غیرت اٹھ جاتی ہے غریب اپنی عزت داؤ پر لگا کر جینے کا سر بندھ کرتا ہے۔ نواب بھی ایسا ہی کر رہا ہے بیوی اور بیٹیوں کو گھروں میں کام پر بھیج کر سارا دن گھر کی دہلیز پر محمد بخش سے گپیں لگاتا ہے اور شام کو شراب پی کر بدمست ہو کر سو جاتا ہے۔ نواب کا گھر تین مرلے کا ہے وہ چاہتا ہے کہ سات مرلے کا گھر کسی طرح حاصل کر لے وہ منصوبہ بناتا ہے:

> ''آج محمد بخش آیا ہوا تھا اس کی سالی کے کسی سے تعلقات ہو گئے وہ جب پکڑے گئے تو محمد بخش نے بدنامی کی قیمت دس ہزار روپے لگائی نواب نے یہاں وقفہ دیا۔ نشے کی شدّت سے ادھر ادھر بکھرے ہوئے خیالات کو یکسوئی کی سوئی میں پرویا اور سوچ سوچ کر ہر لفظ ادا کرنا شروع کیا۔ اس سے مجھے خیال آیا فردوس نے درستی سے اس کی بات کاٹی۔ تم چاہتے ہو کہ میں کسی امیر آدمی سے تعلق بناؤں؟ اس نے تقریباً چیختے ہوئے کہا۔ نہیں۔ نواب نے ہاتھ کے اشارے سے اسے خاموش کراتے ہوئے کہا کہ تم دیکھو! اگر ثمینہ یا ملیحہ اپنے گھروں میں ہمارا ہاتھ بٹا سکیں؟''(۵)

خالد فتح محمد نے ''بغاوت'' میں انتہائی نچلے طبقے کی کریہہ سوچ کو اجاگر کرتے ہوئے بتایا ہے کہ غربت انسان سے عزت بھی چھین لیتی ہے۔

گرفت:

نچلے طبقے کی کہانی ہیں جہاں انسانی اقدار خود غرض رویوں میں روز پامال ہوتے ہیں۔ جہاں حرص و ہوس کے ڈھیر ہوتے ہیں وہاں ہر چیز ہوس انسانی کی بھینٹ چڑھ جاتی ہے۔ جن سے تشنگی اور بھوک مٹائے نہیں مٹتی اور رسوائی مقدر ٹھہرتی ہے۔

بشیر اور اس کی بیوی رضیہ، بشیر کے دوست جمال، ناصر، رفیق اور غیاث کہانی کے کردار ہیں۔ بشیر کی آنکھوں میں عورت کی بھوک ٹھہر چکی تھی۔ وہ رضیہ کی غیر موجودگی میں دیگر عورتوں سے طراوت بخشنا چاہتا تھا۔ کبھی رضیہ سے تو کبھی کسی اور سے۔ اس کے جواری اور شرابی دوست اس کے گھر میں خوب شراب پیتے اور جوا کھیلتے تھے۔ بشیر شریک کار رابطہ اور حظ اٹھاتا ہے۔ وہ جوے اور شراب کے ساتھ ساتھ شباب کا بھی بندوبست کرتے ہیں اور اپنی ہوس مٹاتے مٹاتے رسوائی کی گہری کھائی میں گر جاتے ہیں:

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2, 2024

''بشیر کو محسوس ہوا کہ اسے کوئی چیز گھسیٹ رہی ہے۔اس نے مشکل سے آنکھیں کھولیں۔اسے اپنے ساتھ ایک جسم کا لمس محسوس ہوا اسے صفیہ کا جادو یاد آیا۔ساتھ ہی اسے زور زور سے دروازہ کھٹکھٹائی دیا۔اس نے ادھر ادھر نظر دوڑائی غیاث اور رفیق ایک طرف لیٹے تھے۔ناصر اور ایک عورت لپٹ کر سو رہے تھے۔چارپائی پر مدہوش عورت صفیہ نہیں تھی۔دروازہ پھر کھٹکھٹایا۔بشیر نے اٹھ کر کھولا تو پولیس کی نفری باہر کھڑی تھی۔۔۔چار آدمیوں اور دو عورتوں کو حدود کے تحت گرفتار کر کے جیل بھیج دیا گیا۔''(۶)

خالد فتح محمد نے اپنے اس افسانہ ''گرفت'' میں انسان کی بے لگام حیوانی خواہشات کی تکمیل کی گرفت کی دھجیاں اڑاتے دکھایا ہے۔

موم کا پہاڑ :

بظاہر ایک دیہاتی معاشرت کی سادہ کہانی ہے جس میں پنجاب کا رنگ جھلکتا ہے۔لیکن اصل میں یہ ایک علامتی کہانی ہے جس میں شیر طاقت کی علامت اور ہرن مجبوری اور بے بسی کا نشان ہے۔خان محمد شیر کی علامت جو ہر چیز پر مضبوطی سے پنجے گاڑھ کر جبر و طاقت سے بے بسی کا شکار کرتا ہے۔کہانی کے چار کردار باپ خان محمد،ماں رحمتے، بیٹا بہادر اور بہوز بیدہ،پنجاب کا یہ روایتی خاندان جو کاشتکاری سے منسلک ہے لیکن خان محمد مرکزی کردار ہے جس کے ارد گرد کہانی کا تانا بانا ہے۔خان محمد مشہور رسہ گیر تھا اور چوری اس کا پیشہ تھا۔تقسیم کے وقت اس نے دس ایکڑ اراضی جبر و طاقت کے ساتھ مکاری و عیاری سے ہتھیائی تھی۔خان محمد اندر اور باہر سے مضبوط اور پختہ کار ہے زندگی میں رسہ گیری کے بڑے واقعات میں ملوث رہا اور پولیس کو مطلوب رہا ہے لیکن پولیس ہمیشہ اس سے اگلوانے میں ناکام رہی۔اس کی بیوی رحمتے ایک معتدل کردار ہے جو خان محمد اپنے بیٹے بہادر اور بہوز بیدہ کے درمیان پل بنی رہتی ہے۔خان محمد جو کہ پتھر کا پہاڑ تھا کو اس کی بیوی رحمتے کی موت ''موم کا پہاڑ'' کر گئی۔وہ اپنے بیٹے بہادر کو کہتا ہے:

''بہادر! میں خود سر ہونے کے باوجود رحمتے کے وجود کے سہارے زندہ تھا اب وہ بات نہیں رہی۔میں وہی کروں گا جو تم چاہو گے۔یہ سب تمہارا ہے! خان محمد نے کسی بھی چیز کی طرف نہیں ہر سمت اشارہ کیا۔بہادر نے دیوار پر لگے پوسٹر کو دیکھا شیئر کی جست میں کھل جانے سے پہلے ہی ہرن چوکڑیاں بھرتا زمین کی سلوٹوں میں غائب ہو رہا تھا!!''(۷)

خالد فتح محمد ''موم کا پہاڑ'' میں انسانی جبلت کی عکاسی کامیابی سے کرتے ہیں کہ انسان کتنا ہی پتھر کیوں نہ ہو لیکن وہ اندر سے نرم ہوتا ہے جیسے کے ''موم کا پہاڑ''۔

روشنی:

ایک نفسیاتی افسانہ ہے اس کے تین کردار ہیں۔عابد،زیب اور گل۔زیب نرم و نازک لڑکی ہے جو نفسیاتی الجھنوں کا شکار ہے۔بچپن میں یتیم ہو گئی تھی۔یتیمی نے شفقت پدری سے محروم کر دیا۔اور وہ ہر مرد میں محبت کی متلاشی رہی۔لیکن محبت نہ ملنے اور محرومیوں نے اس کے اندر خلا پیدا کر دیا۔ہر مرد کا پیکر اسے ایک جیسا لگتا ہے۔گل زیب کی دوست ہے اور اس سے بڑی۔زیب گل میں مردانہ محبت کی متلاشی ہے اور اس کے ہاتھوں کے لمس سے مردانہ مضبوطی کی لذت کشید کرنا چاہتی ہے۔

عابد ایک پڑھا لکھا ہے۔معاشرتی رویوں کا بدلہ چوری کا پیشہ اپنا کر لے رہا ہے۔اور چوری کی غرض سے کھڑکی سے وہ زیب کے کمرے میں کود جاتا ہے اور وہاں تینوں زیب کے نفسیاتی مسئلے پر بحث کرتے ہیں اور عابد زیب کو شادی کی پیشکش کرتا ہے جسے وہ قبول کر لیتی ہے۔معاشرتی رویے،رشتوں کی محرومیاں،اکلاپا،اندر کا خوف انسان کو نفسیاتی الجھنوں کا شکار کر دیتا ہے اور انسان اس سے فرار کے راستے ڈھونڈتا ہے اور اپنی محرومی کو دور کرنے کے لیے سہارے تلاش کرتا ہے۔اور پھر کسی ایسے راستے پر نکل کھڑا ہوتا ہے۔جو غیر فطری ہونے کے ساتھ ساتھ غلیظ بھی ہوتا ہے اگر اسے اس راستے سے واپس نہ لایا جائے تو یہ اندھی دلدل میں پھنس جاتا ہے:

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2, 2024

"مجھے بتدریج مردانہ پیار کے فقدان کا احساس ہوا۔ میں نے اس کمی کو مردوں کے قرب سے دور کرنے کی کوشش کی لیکن کسی تک رسائی ممکن نہ تھی اس حالت نے طبیعت میں ایک افسردگی پیدا کر دی۔ مجھے اپنے وجود میں خلا سا محسوس ہوتا اسی نے مجھے بڑی لڑکیوں کی طرف راغب کیا، یہ کہہ کر زیب نے بازوؤں میں چہرہ چھپا کر سسکیاں لینا شروع کر دیں۔"(۸)

خالد فتح محمد نے "روشنی" میں نوجوانوں کی نفسیاتی الجھنوں کی تصویر کشی کی ہے نوجوان ان کا شکار ہو کر اندھے کنویں میں گر جاتے ہیں اور ساری زندگی اسی کنویں کی نظر ہو جاتے ہیں وہ جنسی بداخلاقیاں اور بدنہادیاں چاہے وہ ہم جنس پرستی ہو، یا غلام ہو اس کے جال میں جکڑے جاتے ہیں۔

تکون:

پنجاب کی دھرتی کی دیہاتی معاشرت کا عکاس افسانہ ہے۔ جہاں ذاتی دشمنی نسل در نسل چلتی رہتی ہیں اور خاندانوں کے افراد کو نگلتی چلی جاتی ہیں۔ گناہ گار اور بے گناہ ان دشمنیوں کی بھینٹ چڑھتے چلے جاتے ہیں۔ جھوٹی انا، ضد، ہٹ دھرمی کو عزت اور وقار کا نام دے کر شملے کو بلند رکھنے کے لیے دیہاتوں کے دیہات اجڑ جاتے ہیں۔ پسرور کے نواحی گاؤں ٹوانا اور چرڑ کے چوہدریوں کی لڑائی جو گندم کی فصل کی کٹائی سے شروع ہوئی اور پھیلتی ہی گئی۔ دس افراد کو نگل گئی تھی۔ اور چرڑ کو ایک زخم دے گئی۔ چودھری موجدین کا بیٹا چودھری بہرام جو خطرناک قاتل ہے، پولیس کی تحویل میں ہے۔ ہسپتال کے آئی۔ سی۔ یو میں داخل ہوتا ہے تو کوثر جو ایک آیا ہے اور بہرام کی جادو بھری باتوں میں آ جاتی ہے اور اس کو بھگانے کی سازش کا مرکزی کردار بنتی ہے۔ کوثر کی دوست کنیز جو ٹوانا کی رہنے والی ہے ہسپتال ہی میں آیا ہے اور کوثر کی پڑوسن بھی ہے۔ کوثر اپنا منصوبہ کنیز کو کھانے کے وقفے کے دوران بتاتی ہے۔ کنیز کو گاؤں اور رشتوں کی محبت اس کی دوستی پر غالب آ جاتی ہے اور وہ منصوبہ کی مخبری کر دیتی ہے اور یوں چودھری بہرام اور کوثر بھاگنے کی سازش میں مارے جاتے ہیں:

"دروازے پر دباؤ کو بتدریج بڑھاتے ہوئے کھولا۔ دونوں برآمدے میں آ گئے وہاں انہوں نے ایک دوسرے کو آخری مرتبہ دیکھا۔ کوثر بولی 'میں واپس چلتی ہوں' خدا آپ کے ساتھ ہو!! کوثر مڑی۔۔۔ برآمدے سے بھاری جوتوں کے بھاگنے کی آوازیں آئیں۔ خودکار ہتھیاروں نے آگ اگلنا شروع کر دی۔ بہرام اور کوثر وہیں ڈھیر ہو گئے۔ چرڑ اور توانا کے مرنے والوں کی تعداد چھ چھ برابر ہو گئی اس شام کنیز اپنی دوست کوثر کے گھر نہیں گئی!! "(۹)

جمع تقسیم:

خالد فتح محمد کا دوسرا افسانوی مجموعہ ہے۔ یہ مجموعہ گوجرانوالہ کے ادارے ایم پبلی کیشنز سے 7 فروری 2004ء میں شائع ہوا۔ یہ مجموعہ 128 صفحات پر مشتمل ہے۔ اس خوبصورت افسانوی مجموعہ میں افسانوں کی تعداد 14 ہے جن میں پیوند، ٹیس، سلسلہ، سڑک کے دونوں طرف، واردات، فروخت شدہ مصروفیت، کھلی گلی، جمع تقسیم، سایوں کا کھیل، دروازے سے دروازے تک، ایک روایت، چاول کا چھلکا، چبھن اور چکنی مٹی میں گندھے خواب شامل ہیں۔ خالد فتح محمد کے اس افسانوی مجموعے میں تجسس، حیرت، وحدت تاثر اور استعجاب نے افسانوں کی قدر و قیمت میں اضافہ کیا ہے۔ ان افسانوں کے موضوعات جنسی جذبات و احساسات، معاشی و معاشرتی مسائل، لالچ، حرص، زمانے کی کریہہ سوچ اور ان کے رویے ہیں۔

پیوند:

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2, 2024

ایک علامتی انداز کا افسانہ ہے اس میں زمین عورت کے روپ میں اور آسمان مرد کے روپ میں متکلم ہوتے ہیں۔ عورت نفسیاتی اور جذباتی جبکہ مرد جذبات اور احساسات سے عاری۔ اس بے رنگی کو رنگین بنانے کے لیے عورت مرد سے ملاپ چاہتی ہے کہ آسمان اس پر کھل کر برسے اور اس کا ذرہ ذرہ سینچا جائے اور وہ تر بہ تر ہو جائے تاکہ زندگی کی روانی رواں دواں ہو سکے زمین اور آسمان یعنی عورت اور مرد یوں متکلم ہیں:

> ''تمہارا اس میں کیا مفاد ہے ہر انسان تسکین کے ذریعے تکمیل چاہتا ہے میں بھی اسی زینے کے ذریعے تکمیل کی چھت تک جانے کا سوچ رہا ہوں وہ بولتا رہا۔ زندگی کو چلتے رہنا چاہیے۔ اگر یہ ٹھہر گئی۔ تو کائنات رک جائے گی۔ اور ہم ایک دوسرے سے الگ رہ کر اسے روک رہے ہیں۔ آدمی عورت کو توجہ دینے اور اس کی توجہ حاصل کرنے میں پھر کامیاب ہو گیا۔ وہ واپس مڑی۔''(۱۰)

خالد فتح محمد '' پیوند'' میں زندگی کی روانی اور تکمیل کی بات کرتے ہیں۔ زمین و آسمان کے نفسیاتی رنگ میں انسانیت کی تکمیل جو آگے اپنی نسلوں کو بڑھائے۔ ایک نفسیاتی اور جذباتی کہانی ہے کہانی میں دو سرے نام کردار، مرد اور عورت کے ہیں جو ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں لیکن اپنی اپنی جگہ مجبور بھی ہیں۔ عورت ایک فرم میں ایک اچھے عہدے پر کام کر رہی تھی اور مرد بھی۔ دونوں ملتے بھی ہیں اور جھگڑتے بھی ہیں اور جدا بھی ہوتے ہیں عورت کی عمر بڑھ رہی ہے اور بڑھی عمر سے بے نیاز اپنی دھن میں مگن ہے مرد اور عورت ایک دوسرے کو پیار سے بدھو اور پروفیسر کے نام سے پکارتے ہیں۔ وہ قریب بھی آنا چاہتے ہیں ایک ہونا چاہتے ہیں لیکن مجبوریاں راہ میں حائل ہیں مرد، عورت کو نہ چھونے کا عہد کر لیتا ہے۔

خالد فتح محمد ''پیوند'' میں مل کر نہ ملنے کی ٹیس کا درد اور کسک خوبصورتی سے بیان کرتے ہیں۔ عورت کے اندر کا تعلق نشہ بن کر دل و دماغ ہی نہیں بلکہ پورے جسم میں سرایت کر جاتا ہے اور وہ سیراب ہو کر بھی پیاسی کی پیاسی رہتی ہے۔

ٹیس:

آخر عورت کی شادی کہیں اور طے ہو جاتی ہے وہ مرد سے ملتی ہے اور کہتی ہے تم اپنا عہد توڑ ڈالو تاکہ ہمیں ایک دوسرے کو یاد کرنے کے لیے یادیں باقی رہیں۔ پھر وہ مل کر ایک دوسرے کے قریب آتے ہیں:

> ''میں اسے اور وہ مجھے دیکھتی ہے پھر میں نے اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ اس کی آنکھیں بند ہو گئیں میں نے اس کا ماتھا چوما آنکھوں پر اپنے ہونٹ رکھے دھیرے سے ہونٹوں کو چھوا اور پھر دونوں ہاتھ اس کی گردن پر رکھ دیے وہ اسی طرح کھڑی رہی اس لمس نے میرے اندر ایک ہیجان برپا کر دیا۔ مجھے ایک جھٹکے کے ساتھ کوئی اجنبی اپنے اندر داخل ہوتا ہوا محسوس ہوا اور پھر کچھ دیر بعد جب وہ الگ ہوتے ہیں تو صورتحال یہ ہوتی ہے۔۔۔ اس نے آنکھیں کھول دیں۔۔۔ ان صفحات پر کوئی تحریر نہیں تھی۔''(۱۱)

سلسلہ :

ایک روایتی کہانی ہے جس میں بے اولادی کا قلق اور محرومی ہے۔ جاگیر دار کی پچیس مربع زمین اور وہ لاوارث ہے۔ اولاد کی خاطر وہ پنجاب کی روایتی نفسیات کے مطابق پیروں اور فقیروں بابو سے فیض لینے کی کہانی ہے۔ ''سلسلہ'' میں چودھری جعفر خان اپنے وارث کی خواہش میں تیسری شادی کر رہا ہے لیکن ایک سائیں کی آمد ہوتی ہے

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2, 2024

اور وہ چوہدری کو ایک دربار پر حاضری کے لئے کہتا ہے۔ وہ جاتا ہے پھر یہ سلسلہ اگلے دربار پر بھی اور اسی طرح اسے حکم دیتا ہے کہ اولاد کے بعد ہر سال سفر کرتا رہے اور اس کی اولاد میں بھی یہ سلسلہ جاری رہنا چاہیے۔ باباجی اسے حکم دیتے ہیں:

> ''تمہارے خاندان کا ہر سربراہ ہر سال انہی تاریخوں میں اسی راستے سے یہاں آئے گا خاندان کا ہر مرد۔۔۔ کو شادی کرے گا۔ نکاح بارہ بجے سے پہلے ہو گا اور اس کے فوراً بعد وہ گھوڑے پر پیدل سفر کر کے قافلے کے ہمراہ جس سال جو لڑکا دس برس کی عمر میں پہنچے اسی سال وہ باپ کے ساتھ مقررہ تاریخوں پر آئے گا۔''(۱۲)

خالد فتح محمد نے افسانہ ''سلسلہ'' میں روایتی کہانی کو جاندار اور روحانی بابوں، پیروں اور فقیروں کے فیض کے سلسلہ کو آگے بڑھایا ہے۔

سڑک کے دونوں طرف:

ایک ہلکی پھلکی جنسی کہانی ہے۔ جس میں دو کردار شاکر جو ایک فرم کا ایم۔ڈی ہے اور ریحانہ جو کارپوریٹ وکیل کی بیوی ہے۔ دونوں زندگی کی تقریباً پینتالیس بہاریں دیکھ چکے ہیں۔ اپنے اپنے کاموں میں مگن، کے ایک ہی ترک ڈگر پر چل رہے ہیں یعنی کولہو کے بیل کی طرح صبح ہوتی ہے اور شام ہوتی ہے، زندگی یوں ہی تمام ہوتی ہے۔ زندگی سیدھی اور سپارٹ دوڑ رہی ہوتی ہے کہ وہ قریبی دوستوں کی ماہانہ دعوت پر ملتے ہیں، نظریں چار ہوتی ہیں اور باتیں اور پھر باتوں کے ذریعے ایک دوسرے کے دلوں میں داخل ہوتے ہیں اور اس کے بعد ریحانہ کے گھر۔ روایتی ذمہ داریوں کا بوجھ سروں سے اتار کر زندگی کی چاشنی میں ڈنکی لگاتے ہیں اور پھر اپنی اپنی ڈگر پر رواں دواں ہو جاتے ہیں:

> ''ایک بات کہوں؟' شاکر کے لہجے سے سچائی ٹپک رہی تھی۔ 'جی؟' یہ جھوٹ ہے کہ ہم دونوں تازہ دم ہیں۔ ہمیں اپنے سروں سے احسانات اور مجبوریوں کی گھڑیاں اتار کر کچھ دیر ستانے کی ضرورت ہے تاکہ ہم۔۔۔ ہم۔۔۔ شاکر نے ریحانہ کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لئے وہ اس کی طرف ایک قدم بڑھا تو ریحانہ اتنا ہی پیچھے ہٹ گئی۔ اس بڑھنے اور پسپا ہونے کے عمل میں دونوں تازگی، خاموشی اور اطمینان کے بوجھ تلے دبے ہوئے تھے۔''(۱۳)

خالد فتح محمد اس افسانہ میں مرد اور عورت کے دونوں طرف کی فطرتی جنسی ضرورت کو فطری انداز میں بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عمر کے بڑھنے اور زندگی کے جھمیلوں میں بھی تشنگی کی چھپی ہوئی چنگاری بھڑک اٹھتی ہے۔

واردات:

ایک ایسی کہانی ہے جو ہمارے معاشرے کا بھیانک چہرہ دکھاتی ہے اور کریہہ فعل کے خود غرض بھیڑیے جو دوسروں کو اپنی حرص و ہوس کی بھینٹ چڑھاتے ہیں اس کے تین کردار ہیں۔ شفیع کاشمیری مرکزی اور دو معاونین مولوی عبدالرحیم اور حنیفا۔ شفیق کاشمیری جدی پشتی چور ہے اور حنیفہ اس کا اس کام میں معاون۔ مولوی عبدالرحیم امام مسجد ہے جس نے دھیلا دھیلا جوڑ کر دو تولے زیور اور کچھ نقدی جمع کی ہے تاکہ حمیدہ سے شادی کر سکے۔ وہ اپنی مسجد سے ملحق حجرے میں چارپائی کے نیچے اپنی تمام پونجی رکھتا تھا۔ شفیع کاشمیری واردات کا پروگرام بناتا ہے اور زبردستی مولوی عبدالرحیم کو اس میں شامل کرتا ہے۔ وہ اپنے سسرال سے تین سونے کی اینٹیں چرانے کا منصوبہ بناتے ہیں۔ حنیفا اور مولوی دوسرے گاؤں جاتے ہیں۔ شفیع اپنے گاؤں ٹاہلی کے کھوہ کے پاس ان کا انتظار کرتا ہے۔ واردات کا دکھاوا تو شفیق کاشمیری کے سسرال میں ہے لیکن اصل واردات مولوی عبدالرحیم کے ساتھ کرتے ہیں:

> ''سانس درست ہونے کے بعد اس نے ادھر ادھر دیکھا تب وہ حقیقت کی دنیا میں آیا۔ حجرے کی حفاظت میں اس نے خود کو محفوظ سمجھا پھر اس نے عادت کے مطابق قرآن کو کھینچ کر دیکھا تو تالا کھلا ہوا تھا۔۔۔ ریت کی آندھی اس کے جسم کو چیر گئی تھی! ''(۱۴)

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2, 2024

خالد فتح محمد "واردات" میں پنجاب کی سرزمین کی روایتی کہانی بیان کرتے ہیں کہ خبیث لوگ جونک کی طرح ہوتے ہیں جو دوسروں کا خون پی جاتے ہیں اور دوسروں کی زندگی کو عذاب بنا کر اپنی خواہشات کے محل تعمیر کرتے ہیں۔ یہ لوگ دراصل انسان نہیں درندے ہوتے ہیں۔

فروخت شدہ مصروفیت:

یہ ایک جذباتی کہانی ہے۔ دراصل انسان کا وجود، جذبات ہی تو ہوتے ہیں اگر انسان میں سے جذبات نکال دیے جائیں تو وہ انسان نہیں روبوٹ بن جائے گا۔ اس کہانی کے چھ فوجی کردار ہیں جو کہ میجر جبار، رسالدار حنیف، سجاول، رشید اور ٹینک کا ڈرائیور غنی ہے۔ ساری کہانی غنی کے گرد گھومتی ہے کیونکہ غنی جو ڈیوٹی سے چوبیس گھنٹے غیر حاضر رہتا ہے اور دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر اپنے اہل خانہ سے ملنے چلا جاتا ہے۔ حقیقت میں وہ اپنی بیٹی کی محبت میں اداس تھا۔ اس کی غیر حاضری کی مخبری ہو جاتی ہے جس پر میجر جبار انکوائری کرتا ہے اور اس کے لیے سزا تجویز کرتا ہے:

> "ہیلو السلام علیکم سر! ہیلو جبار کیسے ہو؟ انکوائری ہو گئی؟ جی سر۔۔۔ پورے Crew نے اسے Cover up کیا ہے۔ میری تجویز ہو گی کہ غنی کو اٹھائیس دن قید بامشقت اور باقی تینوں افراد کو Recordable Reprimand دیا جائے۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو تنخواہ میں کٹوتی بھی ہو۔"(۱۵)

خالد فتح محمد فروخت شدہ مصروفیت میں فوجی زندگی کی عکاسی کرتے ہیں اور فوجیوں کے جذبات، احساسات، مجبوریاں اور رویے عیاں کرتے ہیں فوجی کس قدر قربانی دے کر ملک و قوم کی حفاظت کرتے ہیں۔ اپنی خوشیوں اور جذبات کو دبا کر فرض منصبی کی بجاآوری ہی فوجی کی آن اور شان ہے۔

کھلی گلی:

ایک ایسی کہانی ہے جس میں انسان غیرت کے نام پر بہت کچھ کر گزرتا ہے۔ غلط فہمی اور جذباتی اندھا پن اسحاق سے ایسا فعل قبیح سرانجام دلواتا ہے جس کی تاسیس اور کسک پورے خاندان کو سہنا پڑتی ہے۔ کہانی کے پانچ کردار اسحاق، بھادلدار، طلعت، زبیدہ اور فیروزہ ہیں۔ اسحاق نے غلط فہمی کی بنا پر اپنی بھابھی کے عاشق کو قتل کر دیا تھا اور اس قتل کی وجہ سے سارا خاندان درہم برہم ہو گیا۔ زبیدہ کو طلاق ہو گئی اور طلعت ماں کی محبت سے محروم ہوئی اور بھادلدار بھی بہت زیادہ متاثر ہوا۔ ہمیشہ جذباتی فیصلے غلط ہوتے ہیں جو دماغ کی بجائے دل سے کیے جاتے ہیں۔ غیرت کے نام پر پورا خاندان تباہ و برباد اور درہم برہم ہو جاتا ہے اسحاق کو اس کے کیے کی سزا ہو جاتی ہے وہ سزا کاٹ کر باہر آتا ہے تو پورا منظر نامہ بدل چکا ہوتا ہے بھادلدار اسسٹنٹ ڈائریکٹر انکم ٹیکس کے عہدے پر پہنچ جاتا ہے۔ دوسری شادی فیروزہ کے ساتھ کر لیتا ہے اور اسحاق پچھتاوے میں سلگ رہا ہوتا ہے اور اپنے کیے کا مداوا کرنا چاہتا ہے۔ وہ زبیدہ سے بھی ملنے جاتا ہے:

> "میں ان سالوں کا ازالہ کیسے کر سکتا ہوں اسے عدالت کے فیصلے والی پیشی یاد آ گئی۔ جج بھی باقی انسانوں کی طرح ہوتے ہیں اور وہ جج ہوتے ہوئے بھی مختلف لگا تھا۔ اس نے سزا سنائی تو وہ سکتے میں آ گیا۔ جبکہ اس کا بھائی مبارکبادیں وصول کر رہا تھا اسحاق کو زبیدہ الگ نظر آئی۔ صرف ایک طریقہ ہے وہ یہ کہ میرے ساتھ شادی کرے۔ اسحاق نے سکتے سے باہر آ کر سوچا۔ آیا اس نے زبیدہ کو کبھی ماں کہا تھا!"(۱۶)

خالد فتح محمد کے افسانہ "کھلی گلی" میں درحقیقت یہ بتایا گیا ہے کہ جذبات کی رو میں بہہ کر انسان غلط فہمی کا شکار ہو جاتا ہے اور غیرت کے نام پر فعل ممنوع کا مرتکب ہو جاتا ہے اور پھر ساری زندگی پچھتاوے کی آگ میں سلگتا رہتا ہے۔ ایک انسان کے فعل سے پورے کا پورا خاندان تباہ ہو جاتا ہے۔ جہاں لمحے وفا کرتے ہیں تو صدیاں سزا پاتی ہیں۔ یہی کھلی گلی کی کہانی ہے۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2, 2024

جمع تقسیم:

خالد فتح محمد کے دوسرے افسانوی مجموعہ کا ٹائٹل ہے اور یہ کہانی انسانی نفسیات کا پوری طرح احاطہ کیے ہوئے ہے۔انسان کی فطرت میں جمع، جمع اور پھر جمع در جمع ہے اور تقسیم مفقود ہے۔انسان لالچ کا پتلا ہے لالچ ہی اس کی فطرت اور نفسیات ہے بے لگام خواہشات کا سمندر انسان کو نگلتا جاتا ہے۔انسان زندگی کی لطافتوں، خوبصورتیوں اور رعنائیوں سے بے نیاز ہو کر ہمیشہ ننانوے کے پھیر میں رہتا ہے اور یہ ایسی دلدل ہے جس میں انسان دھنستا ہی چلا جاتا ہے جیسے اس افسانے کا کردار سرور ہے اور اس کا باپ تاجر ہے۔ہر پیسہ جمع کرنے کی دھن، حساب کتاب اور جمع در جمع۔سرور اس دلدل سے نکلنے کے لیے پوری قوت کی طرح زور لگا کر بھاگ کھڑا ہوا۔وہ جمع کے چکر سے انحراف کرتے ہوئے نکل جاتا ہے وہ ٹرین میں سوار ہو کر بیس ہزار روپے لے کر دوسرے شہر نکل جاتا ہے اور وہاں کمرہ کرائے پر لے لیتا ہے وہ جمع کو اب تقسیم کرنا چاہتا ہے اس نے پانچ پانچ سو کے نوٹ لوگوں میں تقسیم کیے سب نوٹ تقسیم ہو گئے تقسیم کرتے کرتے سرور خود جمع ہو گیا:

> ''اس نے مڑ کر دیکھا۔۔۔وہ ہر کسی کو پیچھے چھوڑ آیا تھا صرف ایک بھکارن ابھی تک اس کا پیچھا کر رہی تھی سرور کو اس کے پاؤں کی آواز نے چونکا دیا اسے فرش پر ایڑی چٹخنے کی گونج سنائی دی اور رک گیا۔بھکارن اس کے پاس رک گئی تھی۔دونوں جانب ہانپ رہے تھے سرور جیب میں ہاتھ ڈالتا ہے تمام نوٹ تقسیم ہو چکے تھے اور وہ خود۔۔۔تقسیم ہو کر جمع ہو گیا تھا۔''(۱۷)

خالد فتح محمد ''جمع تقسیم'' میں انسان کی نفسیاتی کمزوری کو پوری قوت کے ساتھ اجاگر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ انسان جب جمع ہی کرتا چلا جائے تو فطرتی قانون کی خلاف ورزی کا مرتکب ہوتا ہے۔فطرت جمع کے بعد تقسیم کا عمل چاہتی ہے۔جمع اور تقسیم لازم و ملزوم ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ خالد فتح محمد،، ''داغ داغ اجالا''،ایم پبلی کیشنز ، گوجرانوالہ،۲۰۰۳ء،۲۹۔۳۰
۲۔ ایضاً،ص:۳۴۔۳۵
۳۔ ایضاً،ص:۳۶۔۲۷
۴۔ ایضاً،ص:۴۰
۵۔ ایضاً،ص:۴۹۔۵۰
۶۔ ایضاً،ص:۶۰
۷۔ ایضاً،ص:۷۱
۸۔ ایضاً،ص:۸۶
۹۔ ایضاً،ص:۱۱۲
۱۰۔ خالد فتح محمد، ''جمع تقسیم''،ایم پبلی کیشنزایضاً، گوجرانوالہ،۲۰۰۴ء،ص:۲۸
۱۱۔ ایضاً،ص:۱۸
۱۲۔ ایضاً،ص:۳۵
۱۳۔ ایضاً،ص:۴۵۔۴۶
۱۴۔ ایضاً،ص:۵۴
۱۵۔ ایضاً،ص:۶۴
۱۶۔ ایضاً،ص:۷۲
۱۷۔ ایضاً،ص:۸۰